

اردو URDU

(بارھویں جماعت کے لئے)

STANDARD - XII

(READER AND SUPPLEMENTARY READER)

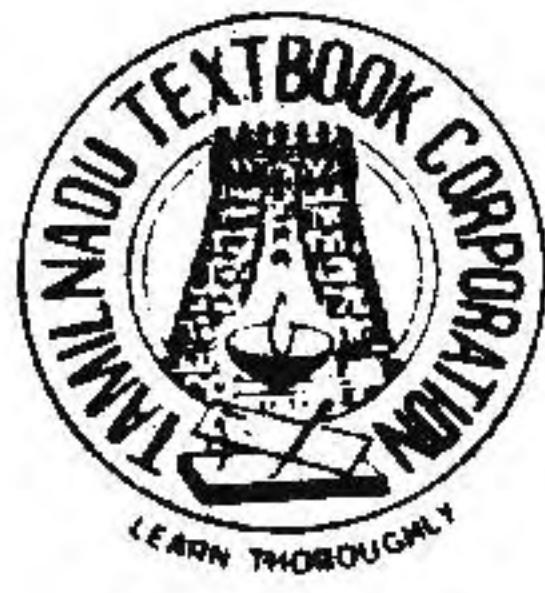
چھوٹ چھات ایک غیر انسانی فعل ہے۔

ایک گناہ ہے۔

ایک عظیم جرم ہے۔

ٹیکل ناڈ وٹکسٹ بک کار پورش

TAMILNADU TEXTBOOK CORPORATION
College Road, Chennai - 600 006.



حصہ تشریف

225	خواجہ الطاف حسین حائلی	مرزا غالب کے اخلاق و عادات
243	خواجہ حسن نظامی	عزت
257	مرزا فرحت اللہ بیگ	مردہ بدستِ زندہ
275	پروفیسر سید عبدالوہاب	ڈیجیٹل مکتنا لو جی
290	سید محمد اسماعیل	ساہنس اور ہمارا معاشرہ
307	ڈاکٹر محمد عبید الرحمن	ام المؤمنین سیدہ خدمتیۃ الکبریٰ
324	شیخ زین العابدین عمری	ہماری متحده قومیت
337		قواعد

زبانی یاد کرنے کی نظمیں

1	علیم صبانویدی	حمد
28	میرانیس	مرثیہ (ثردوع کے پانچ بند)
76	مولانا شبی نعماںی	اہل بیت کی زندگی
149	میر تقی میر	غزل
161	غالب	غزل
180	جگہ مراد آبادی	غزل

حصہ نامہ میل (سرسری مطالعہ)

352	ڈاکٹر ذاکر حسین	ابو خان کی بکری
364	مولوی عبد الحق	نامہ دیومالی
370	ڈاکٹر عابد صفائی	صلیب
383	عظیم بیگ چفتائی	فقیر
393	اے۔ امیر النساء	ارمانوں کی گنگری
399	ڈاکٹر اعظم کریمی	دھوپ چھاؤں

© Government of Tamilnadu
First Edition - 2005

Chairperson

Dr. Syed Sajjad Husain

Professor of Urdu,
University of Madras.

Authors

Syed Mohammed Ismail

Vice Principal,
Govt. Muslim Teachers Training Institute,
Chennai - 600 002.

Dr. Yasmeen Ahmed

Head, Department of Urdu
Presidency College,
Chennai - 600 005.

Shaik Zainul Abideen

P.G. Assistant,
Muslim Hr. Sec. School,
Chennai - 600 005.

Zahid Husain Siddiqui

P.G. Assistant,
Islamiah Hr. Sec. School for Boys
Mel Visharam.

Reviewer

Dr. K. Habeeb Ahmed

Lecturer in Urdu,
University of Madras.

Price : Rs. 25.00

This book has been prepared by The Directorate of School Education on behalf of the Government of Tamilnadu.

This book has been printed on 60 G.S.M paper.

Printed by Web Offset at :
Karis Offset Printers, Chennai - 600 029.

تو می ترانہ

جن گن، من ادھنا یک جئے ہے
 بھارت بھاگیہ ووھاتا
 پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا
 دراوڑ، ونگا
 وندھیہ، ہماچل، ہیندا، گنگا
 اُج چھل جل دھی ترنا
 تو اشیہ، جائے نامے
 تو اشیہ، مانگ آش
 گا ہے تو ا جئے گا تھا
 جن گن منگل دایک جئے ہے
 ووھاتا بھارت بھاگیہ
 جے ہے جے ہے جے ہے
 جے، جے، جے، جے، جے

جذبائی تکھہتی کا اقرار

ہندوستان میرا وطن ہے۔ سارے ہندوستانی
میرے بھائی بہن ہیں۔ مجھے اپنے وطن سے محبت ہے
اور میں اس کے بھر پور اور گوناگوں درثے پر نازاں
ہوں۔ میں ہمیشہ اس کا اہل بننے میں کوشش رہوں گا۔
میں اپنے ماں پاپ، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام
کروں گا اور ہر ایک سے اخلاق کے ساتھ پیش آؤں
گا۔ میں اپنے وطن اور اس کے باشندوں کے لئے
جاں ثاری کا اقرار کرتا ہوں۔ انھیں کی خوش حالی اور
فراغت میں میری مسرت پوشدہ ہے۔

تمل زبان کی عظمت

حسینہ زمین، پر جوش سمندر کو اوڑھے ہوئے ہے۔ خطہ بھارت
اس حسینہ کا دمکتا ہوا چہرہ ہے۔ علاقہ دکن اس چہرے کی پروقار ہلال نما پیشانی
ہے۔ جس پر در اوڑھا مہکتا ہوا تلک لگا ہوا ہے!

اے دو شیزہ تمل!
اے قابل فخر دو شیزہ تمل!

تو ہی اس تلک کی خوبیوں ہے جس سے سارا جہاں لطف انداز ہو رہا
ہے۔ دنیا کا چپہ چپہ تیری مہکتی خوبیوں سے معطر ہو رہا ہے!

ہم تیری پرشکوہ، سدا بہار جوانی کے جو ہر پہ جیراں، بے خودی کے
عالم میں تیری عظمت کے گیت گاتے ہیں۔

اے دو شیزہ تمل زندہ باد!
پا سندہ باد!

پے۔ سندرم پلے "منون منیم"

مترجم: سجاد بخاری

پیش لفظ

تعلیم، شاکستہ اور مہذب زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ تعلیم کو صوبائی سطح پر رواج دنیا اور اسے بہتر خطوط فکر پر قائم کرنا حکومت کا دائرہ کار ہے۔ تعلیم پر کسی کی اجازہ داری نہیں۔ امیر غریب، مرد عورت سمجھی بلا تفریف مذہب و ملت تعلیم پاسکتے ہیں۔ حکومتِ ممل ناظر اسی مقصد کے تحت بڑی فیاضی کے ساتھ صوبائی سطح پر تعلیم و تدریس کا وسیع تر جال بچھانے اور اس کو موثر بنانے کے اقدامات کر رہی ہے۔ کیوں کہ یہ سب جانتے ہیں کہ صوبہ کی مجموعی ترقی کا انحصار صوبہ کی تعلیم یافتہ عوام کے تناسب پر ہے۔ یہ تناسب جتنا بڑھے گا صوبہ اسی قدر سماجی تہذیبی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی اعتبار سے بہتر سے بہتر طور پر اپنی شناخت قائم کر سکے گا۔

آپ جانتے ہیں کہ تعلیم کا موثر بنانے میں اس کا نصاب ایک کلیدی روں ادا کرتا ہے۔ حکومتِ ممل ناظر نے اس بابت تعلیمی سال 2005-2006 سے نئے نصاب کی تشکیل اور کتابوں کو ترتیب دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ حکومت کی فراغ دلی کا ضامن ہی نہیں بلکہ اس کے سیکولر کردار کی روشن دلیل بھی ہے جہاں دوسرے اسباق کے لئے نئی نصابی کمیٹیاں اور کتابوں کی ترتیب کے لئے نئے بورڈ تشکیل دئے گئے وہاں اردو کے لئے بھی نئی نصابی کمیٹی اور کتاب کی ترتیب کے لئے نئے بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ نصاب کی تیاری اور

کتاب کی ترتیب کے دوران اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ طلباء و طالبات کے اندر جدید تقاضوں کے ساتھ زندگی کی روزمرہ ضروریات کو سمجھنے اور پرکھنے کا بہتر شعور پیدا ہو سکے۔ اس ضمن میں اس بات کا خیال بھی رکھا گیا کہ ایک طرف طلباء و طالبات میں بارہویں جماعت ہی سے معرضی مطالعے کا ادراک پیدا ہو تو دوسری طرف وہ بولنے اور لکھنے پر بھی قدرت حاصل کر سکیں۔ اس کے لئے ہم نے کتاب میں مشق اور عملی کام کو مضمایں پر ترجیح دی ہے۔

کتاب کے پہلے حصے میں دلچسپ نظمیں اور غزلیں شامل ہیں جب کہ کتاب کا دوسرا حصہ پرمغزا اور معلوماتی مضمایں اور چھ سبق آموز کہانیوں پر مشتمل ہے۔ مجھے یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ معزز مرتبین کتاب کے بھرپور تعاون اور محنت شاقہ کے نتیجہ میں یہ کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ ٹکٹک بک کار پوریشن اور سرنشیہ تعلیمات دونوں آن کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان تمام ادیبوں اور شاعروں کا بھی جن کی تخلیقات سے یہ کتاب مزین ہوئی ہے۔

چید پرسن

(کمیٹی برائے نصاب اردو)

فہرست مضمایں

حصہ نظم

صفحہ نمبر

1	علیم صبانوی دی	حمد
9	ابوالبیان حماد	نعت
16	مرزا شوق لکھنؤی	دنیا کی بے شباتی
28	میر انیس	مرشیہ
41	ذوق	قصیدہ
53	نظیراً کبراً آبادی	روٹیاں
64	مولانا حالی	مناظرہ رحم و انصاف
76	مولانا شبیل نعمانی	اہل بیت کی زندگی
86	علامہ اقبال	ساقی نامہ
95	جوش ملیح آبادی	خدا کی نعمتیں
105	جاس شاراختر	خاک وطن
115	عزیز تمنائی	مسافر

بے کفن نعش

123	کمال مدراسی	
133	سجاد بخاری	اپنی جنم بھوی
142	امجد حیدر آبادی	رباعیات
149	میر تقی میر	غزل
154	مومن خان مومن	غزل
161	غالب	غزل
167	فانی بدایونی	غزل
173	شاد عظیم آبادی	غزل
180	جگر مراد آبادی	غزل
186	سید غلطمند اللہ سرمدی	غزل
192	کاوش بدری	غزل
198	حبیب اللہ شاہ	غزل
204	بدر جمالی	غزل
209	حکیم محمد یعقوب اسلم	غزل
215	حافظ باقوی	غزل
220	اصغر ویلوری	غزل

حمد

علیم صبانویدی

تو کریم ہے تو رحیم ہے، تری شان جل جلا لہ
تو ہی جسم و جاں میں مقیم ہے، تری شان جل جلا لہ

تو ہی عرش و فرش کا نور ہے، تو ہی پاس نہ کے بھی دُور ہے
تو جدید ہے، تو قدیم ہے، تری شان جل جلا لہ

تو ہی وقت و سمت و مکان ہے، تو ہی صبح و شام کی شان ہے
تو ہی بوئے گل ہے، شہیم ہے، تری شان جل جلا لہ

تو ہر ایک دل کی پسند ہے تو کہیں بھی قید نہ بند ہے
تو نظر نظر میں مقیم ہے، تری شان جل جلا لہ

کہیں چھاؤں تو کہیں دھوپ تو کہیں رنگ تو کہیں روپ تو
تو ہی روحِ موج نسیم ہے، تری شان جل جلا لہ

تو ہی پتیلوں کا چراغ ہے، تو ہی تاج دارِ دماغ ہے
تو ہی نورِ عقلِ سلیم ہے، تری شان جلن جلالہ

جو جہاں غیب و شہود ہیں، ترے آگے سربہ بجود ہیں
تری ذات سب سے عظیم ہے، تری شان جلن جلالہ

مرے فن میں تیرا ظہور ہے، تو مرا مزاج و شعور ہے
تو سراپا جانِ علیم ہے، تری شان جلن جلالہ

علیم صبانویدی

علیم صبانویدی ٹمل ناڈو کے ایک کہنہ مشق شاعر اور لہجہ تراش فن کار ہیں۔ ہم عصر اردو ادب میں ان کی حیثیت ایک نثر نگار، مورخ، محقق اور نقاد کے بھی مسلم ہے۔ ایک شہرہ آفاق شاعر یا فن کار کسی خاص نظر میں کی وراثت نہیں ہوتا اسکی فکر اسکی سوچ اس کافن اور اس کا پیام عام گیر حیثیت اختیار کر لیتا ہے علیم صبانویدی کا شمار بھی ہم عصر اردو ارب کے ان معدود چند فن کاروں میں ہوتا ہے جن کی تخلیقات اور کارناموں نے معتبر و معزز ناقدین ادب سے اپنا لوہا منوا یا ہے۔ ادبی دنیا میں ٹملناڈو کے نام کو روشن رکھنے اور از سرنوایسے ادبی نقشے میں شامل کرانے

میں علیم صبانویدی کے کارناموں کا بھی خاصاً دخل ہے۔ علیم کی ذات اور ان کے فن کو کسی ایک پیانہ ادب سے ناپاہنیں جا سکتا آپ انفرادیت کے حامل جدیدیت کے علم بہدار، نئی جہتوں کے متلاشی اور نئے نئے تجربات کو شعرو ادب میں رواز کھنے والے ایک عظیم فن کار ہیں۔ اہل ٹھملناڈو کو علیم صبانویدی کی شخصیت اور ٹھمن کے ادبی سرمایہ پر جو ناز ہے وہ بے جا نہیں۔

آپ کی پیدائش 1942ء میں بمقام امور، والا جاہ روڈ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دراس میں ہوئی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ دراسی پورٹ ٹرست میں اسٹوრسپرنٹنگ کی حیثیت سے وظیفہ یاب ہوئے۔ آپ اپنے تحقیقی کاموں میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔ ”ٹھملناڈو میں اردو“ (انگریزی ترجمہ) اور ”ٹھملناڈو میں نعت گوئی“ ان کی تازہ اشاعتیں ہیں۔ آج کل ایک سہ ماہی رسالہ ”نور جنوب“ بڑی پابندی سے نکال رہے ہیں۔ میرا کیڈی می لکھنونے آپ کو ”امتیاز میر“ کا اعزاز بخشنا۔

معنی اور اشارے

مقیم = قائم - موجود

عرش و فرش

آسمان اور زمین	=	
طرف - جانب	=	سمت
عزت	=	آن
پھول کی خوبی	=	بوئے گل
نکھلت - خوبی - مہک	=	شیسم
ہلکی ہلکی خوبی دار ہوا کی لہر	=	موجن نیم
آنکھ کا سیاہ حصہ	=	پتلی
ذہن کا بادشاہ	=	تاجدارِ دماغ
ظاہر ہونا	=	ظهور
عقل اور پچان کا سبب	=	وجہ شعور
سر سے پیر تک	=	سر اپا

زبان و بیان

خدا کی تعریف میں جو نظم کہی جاتی ہے اسکو حمد کہتے ہیں۔ ”حمد“ کہنے کے لئے چونکہ کوئی خاص ہیئت یا پیمانہ مقرر نہیں ہے۔ اس لئے شعرائے اکرام نے شاعری کی ہر ہیئت میں حمد کہی ہے۔ ”حمد“ لکھنا یا پڑھنا عبادت میں داخل ہے۔ ”حمد“ میں عموماً شعرائے کرام نہایت عاجزی اور انگساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہیں۔ اس کی ذات و صفات کی بڑائی کے گیت گاتے

ہیں۔ پیش نظر ”حمد“، غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہے۔ اس نظم میں شاعر نے نہایت ہی پُر اثر انداز میں خدا کی تعریف بیان کی ہے۔ مترنم روایا بھرا اور منفرد اسلوب بیان کا وہ انوکھا نمونہ بیش کیا ہے کہ کوئی قاری داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس ”حمد“ میں استعمال کی گئی ردیف ”تری شان جل جلالہ“ سے قارئین کے دلوں میں ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے یہ اس نظم کی خاص خوبی ہے۔

تراکیب، بندشیں، اور متضاد الفاظ کا وہ جادو جگایا ہے کہ معنی کے طبق روشن ہوتے چلتے جاتے ہیں۔ متضاد الفاظ کا فن کارانہ استعمال ملاحظہ کیجئے:

تو ہی عرش و فرش کا نور ہے، تو ہی پاس رہ کے بھی ڈور ہے
تو جدید ہے، تو قدیم ہے، تری شان جل جلالہ

اسی طرح تراکیب اور بندشوں کا کمال دیکھئے:

تو ہی روحِ موجود نہیں ہے تری شان جل جلالہ
تو ہی نورِ عقلِ سلیم ہے تری شان جل جلالہ

اس ”حمد“ سے آپ بھی وہ تمام اشعار الگ کیجئے جن میں متضاد الفاظ و تراکیب استعمال ہوئے ہیں۔

”حمد“ کا ہر شعر اپنی جگہ دلکش اور بے مثال ہے خاص طور پر یہ شعر دیکھئے جس میں لفظ کی تکرار سے شاعر نے کس طرح شعری حسن پیدا کر دیا ہے۔

یہ دراصل شاعر کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے:

تو\ہر ایک دل کی پسند ہے تو کہیں بھی قید نہ بند ہے
تو نظر نظر میں مقیم ہے، تری شان جل جلالہ

نیز خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کا تذکرہ بھی اس "حمد" میں
لتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں موجود ہونے کے باوجود ہماری نظر وہیں سے
او جھل بھی ہے اور دور بھی۔ مقطع کا شعر حاصل حمد ہے۔ شاعر پورے خشوع
و خضوع کے ساتھ اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کافن اسکا شعور
اور اسکی جان سب کچھ اسی کی دین ہے۔ الفاظ کی نشت، سلاست اور
روانی، تراکیب اور صنعتوں کے استعمال سے اس "حمد" کی تاثیر اور اہمیت
دوبالا ہو گئی ہے۔

غور و فکر

(1) ذیل میں دئے گئے مناسب الفاظ سے مصروعوں کو مکمل کیجئے:

- 1 تو ہی نور عقل ہے تری شان جل جلالہ
- 2 تو ہر کی پسند ہے تو کہیں بھی قید نہ بند ہے
- 3 مرے فن میں تیراظہور ہے، تو مر امزاج و ہے
- 4 تو ہی پتیلوں کا ہے، تو ہی تاج دارِ دماغ ہے

(2) ذیل کے اشعار سے متصاد الفاظ الگ کیجئے:

-1 تو ہی عرش و فرش کا نور ہے، تو ہی پاس رہ کے بھی ڈور ہے

-2 تو جدید ہے، تو قدیم ہے، تری شان جلن جلا لہ

-3 تو ہی وقت و مست و مکان ہے، تو ہی صبح و شام کی شان ہے

-4 تو ہی بوئے گل ہے، شیم ہے، تری شان جلن جلا لہ

(3) ذیل کے مصروعوں سے دو مکمل شعر نکالئے:

-1 تو ہی روح موج نیم ہے، تری شان جلن جلا لہ

-2 تو ہر ایک دل کی پسند ہے تو کہیں بھی قید نہ بند ہے

-3 مرے فن میں تیرا ظہور ہے، تو مرا مزان و شعور ہے

-4 تو نظر نظر میں مقیم ہے، تری شان جلن جلا لہ

-5 کہیں چھاؤں تو کہیں دھوپ تو کہیں رنگ تو کہیں روپ تو

(4) مختصر سوالات:

-1 حمد کسے کہتے ہیں؟

-2 شاعر نے خدا کو ”تو جدید ہے تو قدیم ہے“ کیوں کہا ہے؟

-3 کوئی دلفظی خوبیوں کی نشان دہی کیجئے؟

-4 ”تو ہی تاجدار دماغ ہے“ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

- 5

حمد سے کوئی تین قوانی منتخب کر کے لکھئے؟

(5)

ذیل کے اشعار کی بحوالہ متن تشریع کیجئے:

ٹو کریم ہے تو رحیم ہے، تری شان جل جلالہ - 1

ٹو ہی جسم و جاں میں مقیم ہے، تری شان جل جلالہ

مرے فن میں تیراظہور ہے، ٹو مر امزاج و شعور ہے - 2

ٹو سراپا جانِ علیم ہے، تری شان جل جلالہ

تفصیلی سوالات: (6)

شاعر نے خدا کی ذات و صفات کی تعریف کن الفاظ میں بیان کی ہے؟ واضح کیجئے؟ - 1

اس حمد کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجئے۔ - 2

علیم صبانویدی سے متعلق اظہار خیال کیجئے۔ - 3

((اس حمد کو زبانی یاد کیجئے))

نعت

ابوالبيان حماد

سلام آتا ہے ان کا مجھے پیام کے بعد
 مرا پیام پہنچتا ہے جب سلام کے بعد
 طوع صبح سے پہلے خیالِ رخ آیا
 ہوا تصور گیسو غروبِ شام کے بعد
 ہر اک نظام ہے نا کام و نامراد زبس
 حضور آپ کے لائے ہوئے نظام کے بعد
 وہ سجدہ گاہِ ملائک وہ جلوہ گاہِ جمال
 وہ مسجدِ نبوی مسجدِ حرام کے بعد
 صبا کبھی جو مدینے سے ہو گزر تیرا
 سنا پیام عقیدت انہیں سلام کے بعد
 جو آئی ان کی شریعت تو سب روایج مٹے
 نہیں ضرورتِ انجمِ مہ تمام کے بعد

مجھے ملائیں گے دربارِ خاص میں بھی ضرور
بروزِ حشر وہ فیضانِ لطفِ عام کے بعد
مقامِ مردِ مسلمان ہے جنتِ الفردوس
کوئی مقام نہیں اور اس مقام کے بعد

حضور آپ کا پیغام ہر جگہ پہنچا
عراق و فارس و مصر و حجاز و شام کے بعد
کلام ایسا کہ جسمیں کوئی کلام نہیں
کلام آپ کا اللہ کے کلام کے بعد

فدا نہ کیوں ہو محمد کے نام پر حماد
انہیں کا نام ہے پیارا خدا کے نام کے بعد

معنی اور اشارے

زبس = بہت - ازبس

سجدہ گاہ ملائک = سجدہ سجدہ کی جگہ

ملائک کی جمع - فرشتے = ملائک

جلوہ گاہ جمال	=	حسن کی جلوہ گاہ
شریعت	=	مذہبی قانون - طریقہ
انجم	=	نجم کی جمع - ستارے
میر تمام	=	کامل چاند - چودھویں رات کا چاند
بروز خشر	=	قیامت کا دن
قیہان لطف عام	=	مہربانی سے سمجھی کو فائدہ پہنچنا
فدا	=	قربان - صدقہ

ابوالبیان حماد:

نام عبدالرحمن خاں، قلمی نام ابولبیان حماد 1924ء میں بمقام مالور پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ دارالسلام عمر آباد میں 1936ء میں داخلہ لیا اور یہیں سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ یہاں سے فراغت پانے کے بعد لاہور تشریف لے گئے جہاں آپ نے مدرسہ قاسم العلوم میں مولانا احمد علی صاحب سے تفسیر کا درس مکمل کیا۔ وہاں سے واپسی کے بعد 1946ء سے جامعہ دارالسلام میں درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کو عربی فارسی و اردو تیسوں زبانوں پر عبور حاصل ہے آپ کا شمار ہندستان کے جیڈ علماً نے دین میں ہوتا ہے۔ ایک پڑھو شاعر کی حیثیت سے

بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ شاعری میں آپ کو علامہ شاکر ناظمی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ کلام میں سوز و گداز اور تخيیل میں بلندی اور گہرائی پائی جاتی ہے۔ ملک کے ممتاز رجراں دو رسائل میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ آپ کی جو تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول ہوئیں ان میں "توحید کی حقیقت"، "تازیانے"، "بھارت کی تاریخ کا ایک گم شدہ ورق"، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ جامعہ سے نکلنے والے ماہنامہ رسالہ "راہ اعتدال" کے مدیر بھی رہے ہیں۔

زبان و بیان

اصطلاح شاعری میں نعت ایسے موزوں کلام کو کہتے ہیں جس میں آقا نامدار سروود گونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف با خلاص نیت کی گئی ہو۔ نعت رسول ایک صنف سخن ہی نہیں بلکہ راہ سعادت بھی ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ:

نعت کو عشق کی ضرورت ہے
نعت کہنا بڑی سعادت ہے
باوضو ہو کے نعت کہہ لینا
نعت گوئی کی یہ طریقت ہے

نعت گوئی کے لئے جب تک فضل خدا ولطف جبیب خدا نہ ہونعت کا ایک شعر تو کجا آدھ مصروع تجھی کہنے کی توفیق نہ ہوگی۔ شعرائے کرام عموماً اس میں حضور کی ذات اقدس ﷺ اور ان کے فضائل و شماکل کا نہایت ادب و احترام سے ذکر کرتے ہیں اور آپ ہی سے اپنے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے لئے شفاعت طلب کرتے ہیں۔ نعت کے لئے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں تقریباً ہر شعری صنف میں شاعروں نے نعت کی ہے۔

حضرت ابوالبیان حماد کی نعت غزل کی ہیئت میں ہے۔
اس میں نعت کی جملہ خوبیاں سٹ آئی ہیں خلوص و عقیدت کا اظہار بھی ہے اور حضور ﷺ کے نام پر فدا ہونے کا پاکیزہ جذبہ بھی کا رفرما نظر آتا ہے۔

غور و فکر

(1) ذیل کے اشعار کو دئے گئے مناسب الفاظ سے پورا کیجئے:

(1) سلام آتا ہے ان کا مجھے کے بعد (قیام - پیام - انعام)

مرا پیام پہنچتا ہے جب کے بعد (کلام - نظام - سلام)

کبھی جو مدینے سے ہو گذر تیرا (ادا - صبا - جفا) (2)

سنا پیام انہیں سلام کے بعد (نصیحت - مصیبت - عقیدت)

(2) ذیل کے الفاظ کا ایک ایک ہم قافیہ لفظ لکھئے:

- حبیت - پیام - جمال - صبا - مدینہ - انجم - حضور

(3) ذیل کے شعر کی نشر بنائے:

مجھے بلا میں گے دربار خاص میں بھی ضرور
بروز حسر وہ فیضان لطف عام کے بعد

(4) مختصر سوالات:

- 1 شاعر کو سلام کہاں سے اور کیسے آتا ہے؟

- 2 خیال رخ اور تصور گیسو شاعر کو کب آتا ہے؟

- 3 سجدہ گاہِ ملائک سے شاعر کی مراد کیا ہے؟

- 4 شاعر کس کے ذریعہ اپنا پیام عقیدت بھیجا ہے؟

- 5 بروز حسر شاعر کو کیا توقع ہے؟

(5) وضاحتی سوالات:

- 1 ذیل کے اشعار کی بحوالہ متن تشرح کیجئے:

(۱) کلام ایسا کہ جس میں کوئی کلام نہیں

کلام آپ کا اللہ کے کلام کے بعد

(۲) وہ سجدہ گاہِ ملائک وہ جلوہ گاہِ جمال

وہ مسجد نبوی مسجد حرام کے بعد

- 2 نعت کا مفہوم بیان کیجئے اور اس صنفِ خن کے شرائط کی وجہ صاحت کیجئے۔

تفصیلی سوالات:

(6)

- (1) ابوالبیان حتماً نے اپنی نعت میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے انہیں اپنے الفاظ میں بیان کیجئے۔
- (2) اس نعت کے شعری محسن پر روشنی ڈالئے۔

دنیا کی بے شانی

مرزا شوق لکھنؤی

جائے عبرت سرائے فانی ہے

مُورد مرگ نوجوانی ہے

اوپنچے اوپنچے مکان تھے جن کے بڑے
آج وہ تنگ گور میں ہیں پڑے

کل جہاں پر شکوفہ دگل تھے
آج دیکھا تو خار بالکل تھے

جس چمن میں تھا بُلْبُلوں کا نجوم
آج اُس جا، ہے آشیانہ نوم

بات کل کی ہے، نوجوان تھے جو
صاحب نوبت دنشاں تھے جو

آج خود ہیں، نہ ہے مکاں باقی
نام کو بھی نہیں نشاں باقی

غیرتِ حور مہ جبیں نہ رہے
ہیں مکاں گر، تو وہ نکلیں نہ رہے

جو کہ تھے بادشاہ ہفت اقلیم
ہوئے جا جا کے زیرِ خاک مقیم

کوئی لیتا بھی اب نہیں یہ نام
کون سی گور میں گیا بہرام

اب نہ رسم، نہ سام باقی ہے
اک فقط نامی نام باقی ہے

کل جو رکھتے تھے اپنے فرق پہ تاج
آج ہیں فاتح کو وہ محتاج

تھے جو خود سر جہان میں مشہور
خاک میں مل گیا سب ان کا غرور

عطر پیکی کا جو نہ ملتے تھے
نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے
گردش چرخ سے ہلاک ہوئے
استخوان تک بھی ان کے خاک ہوئے
تھے جو مشہور قیصر و فتحور
باتی ان کا نہیں نشان قبور
تاج میں جن کے نکلتے تھے گوہر
ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسہ سر
رشک یوسف جو تھے جہاں میں حسین
کھا گئے ان کو آسمان و زمین
ہر گھری منقلب زمانہ ہے
پیکی دنیا کا کارخانہ ہے
ہے نہ شیریں، نہ گوہ کن کا پتا
نہ کسی جا ہے نل و دمن کا پتا

بُوے الْفَت تمام پہلی ہے
باقی اب قیس ہے نہ لیلی ہے

صبح کو طارِ ان خوش الحان
پڑھتے ہیں: گُل مَن عَلَيْهَا فَأَن

موت سے کس کو رُستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

مرزا شوق لکھنؤی (۱۸۷۸ء - ۱۸۹۴ء)

تصدیق حسین خان نام، نواب مرزا عرفیت اور شوق تخلص تھا۔
شوق لکھنؤ کے مشہور طبیبوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لکھنؤ میں
پیدا ہوئے۔ ان کے والد حکیم آغا خان اور پچھا مرزا علی خان نامور طبیب تھے۔
مرزا علی خان کو دربار اودھ سے حکیم الملک کا خطاب ملا تھا۔ نواب مرزانے
ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اس کے بعد اپنے زمانے کے مشہور اساتذہ سے
تحصیل علم کی اور مختلف علوم میں مہارت بھی پہنچائی۔ علم طب پر بھی مکمل دسترس
حاصل کی اور طبابت کا خاندانی پیشہ اختیار کیا۔ واجد علی شاہ کے عہد حکومت میں
شاہی معالج بھی مقرر ہوئے۔ ان کا انتقال لکھنؤ میں ہوا۔ شوق ایک وجہہ

خوش شکل اور خوش وضع انسان تھے ان کے زمانے کا لکھنو شعر و سخن کا مرکز و محور تھا۔ ہر طرف شاعری کی بزم آراستہ تھی۔ سخ و آتش اور ان کے شاگردوں کے معز کے زوروں پر تھے۔ شعر و شاعر ق کا یہ ماحول نواب مرزا شوق کی طبیعت پر بھی اثر انداز ہوا اور وہ شوق تخلص کے ساتھ آتش کی شاگردی میں مشق سخن کرنے لگے ابتدا غزل گوئی سے کی لیکن جلد ہی انھیں احساس ہو گیا کہ یہ ان کا میدان نہیں۔ چنانچہ غزل گوئی ترک کر کے مشنوی کی طرف مائل ہوئے۔ مشنوی نگاری میں شوق کو خاطر خواہ کا میابی حاصل ہوئی۔ اردو شاعری میں وہ مشنوی نگار کی خیلیت ہی سے معروف ہیں۔ ان کی مشنویاں ”فریب عشق“، ”بہار عشق“، اور ”زہر عشق“، کافی مقبول ہوتیں اور ان کی دامنی شہرت کا باعث بنیں۔ ان تینوں مشنویوں میں زہر عشق کو سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

معنی اور اشارے:

بے ثباتی	=	ناپاکداری - قائم نہ رہنا
جائے عبرت	=	عبرت کی جگہ
سراۓ فانی	=	فنا ہونے والی دنیا
مور د مرگ	=	موت کے ٹھہر نے کی جگہ

گور	=	قبر
شگوہ	=	کلی
خار	=	کانٹے
آشیا ہستہ نوم	=	الو کا گھونسلہ
نوبت و نشان	=	نقارہ اور جھنڈا - طبل و علم
مکاں گر	=	مکان بنانے والے
مکیں	=	مکان میں رہنے والے
بادشاہ ہفت اقلیم	=	سات ولایتوں کا بادشاہ
زیر خاک مقیم	=	ساری دنیا کا بادشاہ
بہرام	=	زمیں کے نچے پہنچ گئے
رسنم	=	عراق کے ایک بادشاہ کا نام
فرق	=	ایران کے ایک پہلوان کا نام
خودسر	=	سر
گردش چرخ	=	غور
استخوان	=	آسمان کی گردش
قیصر و فغافور	=	ہڈی
	=	روم اور چین کی بادشاہوں کا لقب

نشان قبور

قبروں کا نشان	=	
قبور	+	قبر
کھوپڑی - سر کا پیالہ	=	کاسہ سر
غیرت	=	رشک
حضرت یوسف کو رشک آئے	=	رشک یوسف
بد لئے والا - اللئے والا	=	متقلب
ایران کی ایک معشوق کا نام	=	شیر میں
ایران کے ایک عاشق کا نام	=	کوہ کن
غل ایک عاشق تھا اور دم اسکی محبوب تھی	=	غل و دم
الفت یا محبت کی بو	=	بوئے الفت
پرندے	=	طاڑان
طاڑان	+	طاڑ
اچھی آواز والا - سریلی آواز والا	=	خوش الحان
چھکارا - نجات	=	رستگاری

زبان و بیان

مشنوی اردو کی معروف اور قدیم صنف شاعری ہے۔ اس میں

چھوٹی بڑی کہانیاں داستانی انداز میں یا کسی عنوان پر خیالات تسلسل کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں مثنوی شروع سے آخر تک ایک ہی بھر میں ہوتی ہے مگر ہر شعر کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔ اکثر مثنویوں میں صرف قافیہ کی پاپندی کی گئی ہے۔ بہت کم مثنویاں ایسی ملیں گی جن میں روایف کا اہتمام بھی کیا گیا ہو۔

مثنوی کا تعلق چونکہ واقعات اور کردار سے ہوتا ہے۔ اسلئے بیشتر مثنویاں بیانیہ انداز لئے ہوتی ہیں۔ مثنوی کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہماری سماجی، تہذیبی اور معاشرتی زندگی کی تاریخ جملکتی ہے۔ ”دنیا کی بے شباتی“ دراصل مرزا شوقي لکھنؤی کی مثنوی ”زہر عشق“ سے مأخوذه ہے۔ ”زہر عشق“ لکھنؤ کے رہنے والے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کی داستانِ محبت ہے۔ اس میں عشق و محبت کی داستان کچھ اس صداقت اور سچائی کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اس کے اصل ہونے کا گمان گذرتا ہے۔ اس مثنوی کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت پانے کا راز بھی یہی ہے۔

مثنوی ”زہر عشق“ میں عشق اپنے معراج تک پہنچ تو جاتا ہے لیکن لڑکی کے والدین کو ایک آنکھ نہ بھانے کے سبب وہ لڑکی کو بنارس سمجھنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ لڑکی یعنی اس کہانی کی ہیر و میں کو بنارس جانا سخت ناپسند ٹھہرتا ہے اور وہ جان دینے کی ٹھان لیتی ہے۔ آپ کے نصاب میں شامل ”زہر عشق“ کا یہ اقتباس مثنوی کے اس حصے سے مأخوذه ہے جس میں ہیر و میں دنیا کی بے شباتی کا

ذکر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کیسے کیسے بادشاہ، نامی گرامی پہلوان اور عاشق و معموق اس دنیا میں آتے اور فنا ہو گئے۔ اس جہاں میں کوئی باقی نہیں رہتا ایک روز سب کو موت آنی ہے۔

دنیا کی بے شباتی بیان کرنے میں شوق نے قادر الکلامی کا مظاہرہ کیا ہے۔ شوق نے لکھنؤ کی عام روشن سے ہٹ کر سیدھا سادہ انداز بیان اختیار کیا ہے۔ بیان میں روانی اور تاثیر بھری ہے لکھنؤ کی بیگماقی زبان کے بڑے اچھے نمونے اس میں نظر آتے ہیں۔ قصہ اتنے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے کہ واقعات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

غور و فکر

(1) ذیل کے اشعار غور سے پڑھئے اور نیچے دئے ہوئے سوالات کے مختصر اور مناسب جواب لکھئے۔

جائے عبرت سرائے فانی ہے مُورِد مرگ نوجوانی ہے
 او نچے او نچے مکاں تھے جن کے بڑے آج وہ تنگ گور میں ہیں پڑے
 کل جہاں پر شکوفہ دگل تھے آج دیکھا، تو خار بالکل تھے
 جس چمن میں تھا بلبلوں کا هجوم آج اس جا ہے آشیانہ بوم
 بات کل کی ہے نوجوان تھے جو صاحب نوبت و نشان تھے جو

شاعر نے جائے عبرت کو سرائے فانی کیوں کہا ہے؟ .1

اوپنچے اوپنچے مکان والوں کا کیا حشر ہوا؟ .2

شگوفہ اور گل کی جگہ آج شاعر نے کیا دیکھا؟ .3

آشیا نہ بوم سے کیا مراد ہے؟ .4

”صاحب نوبت و نشان“ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟ .5

مناسب الفاظ بھرتی کر کے مصروع مکمل سمجھئے۔ (2)

..... مہ جبیں نہ رہے1

..... کون سی گور میں گیا2

..... آج ہیں وہ محتاج3

..... سے ہلاک ہوئے4

..... موت سے کس کو5

مناسب جوڑ لگا کر مصروع مکمل سمجھئے۔ (3)

خوش المخان - اب نہ درستم نہ1

- نوجوان تھے جو جو کہ تھے بادشاہ2

- جہاں میں حسین بات کل کی ہے3

- سام باقی رشک یوسف جوتھے4

- ہفت اقلیم صبح کو طاریاں5

ذیل کے شعر کی نظر بنائیے۔

(4)

کل جو رکھتے تھے اپنے فرق پر تاج
آج ہیں فاتحہ کو وہ محتاج

محضروالات:

(5)

جائے عبرت اور سرائے فانی سے کیا مراد ہے؟

(1)

مرزا شوق کی مشنویوں کے نام لکھئے؟

(2)

مشنوی کی تعریف بیان کیجئے؟

(3)

بہرام اور رستم و سام کی کیا گفت ہوئی؟

(4)

فاتحہ کو محتاج کون ہوئے؟

(5)

بادشاہ ہفت اقلیم کے کہتے ہیں؟

(6)

کس کے کاسہ سرخوکریں کھاتے ہیں؟

(7)

شاعر نے گردش چرخ سے ہلاک ہونا کیوں کہا ہے؟

(8)

وضاحتی سوالات:

(6)

”دنیا کی بے شباتی“ کا مرکزی خیال واضح کیجئے۔

(1)

آخری پانچ اشعار کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھئے؟

(2)

اس شعر کی بحوالہ متن تشریح کیجئے:

(3)

رشک یوسف جو تھے جہاں میں حصیں
کھا گئے ان کو آسمان و زمیں
”عطر مٹی کا جونہ ملتے تھے“ کی وضاحت کیجئے؟ (4)

تفصیلی سوالات (7)

مثنوی ”دنیا کی بے ثباتی“ کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجئے؟ (1)
مرزا شوق لکھنؤی کے طرز اسلوب اور انداز بیان پر اظہار خیال کیجئے؟ (2)

مرثیہ

میرانیس

ما جرا صح شہادت کا بیان کرتا ہوں
رنج و اندوہ و مصیبت کا بیان کرتا ہوں
تشہہ کاموں کی عبادت کا بیان کرتا ہوں
جان شاروں کی اطاعت کا بیان کرتا ہوں
جن کا ہمتا نہیں، ایک ایک مصاحب ایسا
ایسے بندے نہ کبھی ہوں گے، نہ صاحب ایسا
آئے سجادہ طاعت پہ امام دو چہار
اس طرف طبل بجے، یاں ہوئی لشکر میں اذاء
وہ مصلی، کہ زبانِ جن کی حدیث و قرآن
وہ نمازی، کہ جو ایمان کے تن پاک کی جان
زادہ ایسے تھے، کہ ممتاز تھے ابراروں میں
عابد ایسے تھے، کہ سجدے کئے تکواروں میں

کیا جوانانِ خوش آطوار تھے، سُجَانَ اللہ!

کیا رفیقانِ وَفَادَار تھے، سُجَانَ اللہ!

صف در و غازی و جزار تھے، سُجَانَ اللہ!

زاہد و عابد و ابرار تھے، سُجَانَ اللہ!

زن و فرزند سے فُرقت ہوئی، مسکن چھوڑا

مگر احمدؐ کے نواسے کا نہ دامن چھوڑا

جب، فریضے کو ادا کر چکے وہ خوش آطوار

گس کے سردوں کو، بہ صد شوق لگائے ہتھیار

جلوہ فرما ہوئے گھوڑے پہ شہر عرش وقار

علم فوج کو عباس نے کھولا اک بار

دشت میں نکہتِ فردوسِ بریں آنے لگی

عرش تک اُس کے پھریے کی ہوا جانے لگی

شور میدانوں میں تھا، کہ دلیرو! نکلو!

نیزہ بازی کرو، رہوارؤں کو پھیرو! نکلو!

نہر قاٹو میں ہے، اب پیاسوں کو گھیرو! نکلو!
غازیو! صف سے بڑھو، غول سے شیرو! نکلو!

رُستمو! دادِ ڈغا دو، کہ یہ دن داد کا ہے
سامنا، حیدر کزار کی اولاد کا ہے

شور سادات میں تھا، یا شہیر مردیاں مددے!

کعبہ دیں مددے، قبلہ ایماں مددے!

قوتِ بازوے پیغمبر ذی شاہ مددے!

دم تائید ہے، اے فخرِ سلیمان مددے!

تیرا فاقہ ہے، طاقت میں کمی ہے مولا!

طلبِ قوت ثابت قدی ہے مولا!

سامنے بڑھ کے یکا یک صف عفار آئی

جھوم کر تیرہ گھٹا، تازوں پہ اک بار آئی

روزِ روشن کے چھپانے کو شب تار آئی

تشہ کاموں کی طرف، تیروں کی بوچھار آئی

ہنس کے، منھ بھائی کا، شاہ شہدا نے دیکھا

اپنے آقا کو، بے حسرت، رُفتا نے دیکھا

عرض عباس نے کی، جوش ہے جاروں کو
تیر سب کھاتے ہیں، تو لے ہوئے تکواروں کو
مہانوں کا نہیں پاس، ستم گاروں کو
مصلحت ہو تو رضا دیجئے، غم خواروں کو
روسیا ہوں کو ہٹا دیں، کہ بڑھے آتے ہیں
ہم جو خاموش ہیں تو منہ پر چڑھے آتے ہیں

شہہ نے فرمایا، ہمیں خود ہے شہادت منظور
نہ لڑائی کی ہوں ہے، نہ شجاعت کا غرور
ان سے منظور نہ تھی جنگ، پر اب ہیں مجبور
خیر! لڑ لو کہ ستاتے ہیں یہ، بے جرم و قصور
ذبح کرنے کے لئے لشکر ناری آئے
کہیں جلدی، مرے سردینے کی باری آئے

حکم پانا تھا، کہ شیروں نے اڑائے تازی
میش شہباز گیا، ایک کے بعد اک غازی

دہارے حرب، خوشاضر، زہے جانبازی!

اڑ گیا ہاتھ، بڑھا جو پئے دست اندازی

تن و سر، لوٹتے ریتی پے نظر آتے تھے

ایک حملے میں، قدم فوج کے اٹھ جاتے تھے

جس پے غصے میں گئے، صید پے شہاذ گرا

یہ کماں کٹ کے گری، وہ قدر انداز گرا

جب گرا خاک پے گھوڑے سے، تو ممتاز گرا

نہ اٹھا پھر کبھی، جو تفرقہ پرداز گرا

ہاتھ منہ کٹ گئے، سر اڑ گئے، جی چھوٹ گئے

مور پچ ہو گئے پامال، پرے ٹوٹ گئے

یہی ہنگامہ رہا صبح سے تا وقت زوال

لاش پر لاش گری، بھر گیا میدان قتال

مور پچ سب تہ دبالتا تھے، پرے سب پامال

سرخ رو، خلق سے اٹھے اسد اللہ کے لال

کھیت ایسے بھی، کسی فوج میں کم پڑتے ہیں

جو لڑا، سب یہی سمجھے، کہ علی لڑتے ہیں

ببر علی نام، اُنیس تخلص تھا۔ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ اُنیس کے اجداد دہلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے پردادا میر غلام حسین ضاچک دہلی کی تباہی کے بعد اپنے بیٹے میر حسن کے ساتھ دہلی چھوڑ کر فیض آباد چلے آئے تھے۔ میر اُنیس نے اپنے والد میر خلیق کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔

اُنیس نے مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی دونوں کو ایک اعلان کا درجہ دیا۔ مرثیے میں انہوں نے شاعری اور فن کاری کے ایسے عناصر شامل کیے جو ان سے پہلے نظر نہیں آتے۔ مددس کی ہمیت جو مرثیے کے لیے مقبول ہو رہی تھی، اسے اُنیس اور دبیر نے استحکام بخشنا۔ ان دونوں شعراء نے اجزاء مرثیہ کو بڑی خوبی کے ساتھ بناہا اور ان کے ذریعے نئے نئے مضامین و اسالیب سے مرثیے کو مالا مال کیا۔ اس طرح مرثیہ محض شہادت کے موضوع تک محدود نہ رہا اور ایک ایسی وسیع اور پہلو دار نظم کی حیثیت اختیار کر گیا جس میں رزم و بزم، داقعہ نگاری، منظر نگاری، مکالمہ نگاری، جذبات نگاری اخلاق و فضائل پوری آب و تاب اور حسن بیان کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اُنیس و دبیر کے مرثیوں میں تمام اضافے سخن کی خصوصیات کا امتزاج نظر آتا ہے۔ ان میں غزل کا سوز و گداز، مشنوی کا لطف بیان، قصیدے کی شان و شکوه اور ڈرامے کا منظروں مکالمہ سب کچھ موجود ہے۔

معنی اور اشارے

ماجرہ	=	واردات-رونداد-سرگزشت
تشہ کاموں	=	تشہ کام کی جمع - پیاسا
ہمتا	=	برابر-مشل-مانند-نظر
صاحب	=	ساتھی
سجادہ	=	جانماز-وہ دری یا کپڑا جو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔
صلی	=	نماز پڑھنے والا - نمازی
خوش اطوار	=	اچھی عادتیں
ابرار	=	بَرَ کی جمع = نیک - پہیز گار لوگ
صفدر	=	صفوں کو چیرنے والا
جار	=	لغوی معنی ہیں کھینچنے والا - اردو میں جری یا بہادر شخص کے لئے مستعمل ہے۔
پھریے	=	علم یا جہنم کا کپڑا
رہواروں	=	رہوار کی جمع = گھوڑے
وغا	=	جنگ - لڑائی - ہنگامہ
سادات	=	سید - وہ لوگ جو حضرت علی کی اولاد اور حضرت فاطمہ کے بطن سے ہیں۔

ثابت قدی

روسیا ہوں

=

ستھل مزاجی - استقلال

= روسیا کی جمع = گناہ گار - بد کردار -

بد ا طوار لوگ

راہی - جنگ

حرب

پاس

ستم گاروں

=

مااظ

=

ستم گار کی جمع = تکلیف دینے والے -

ستانے والے

گھوڑے دوڑائے

اڑائے تازی

زبان و بیان

مرشیہ لفظ ”رہاء“ سے بنा ہے جس کے معنی ہیں رونا، ماتم کرنا۔ اصلاً مرشیہ سے مراد ایسی نظم ہوتی ہے جس میں کسی مرنے والے کے اوصاف بیان کر کے اس کی موت پر اظہار رنج و غم کیا جائے لیکن اردو میں مرشیہ کا ایک خاص مفہوم متعین ہو گیا ہے یعنی مرشیہ صرف اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں حضرت امام حسین اور دیگر شہداء کے کربلا کی شہادت کا ذکر کیا جائے۔ باقی تمام لوگوں کی موت پر کبھی جانے والی نظموں کو شخصی مرشیہ کا نام دیا جاتا ہے مثلاً حالی کا ”مرشیہ غالب“، اقبال کا مرشیہ ادیغ وغیرہ۔

زیر نظر مرثیہ میر انیس کے قلم کا وہ شاہکار ہے جس میں واقعہ نگاری منظر نگاری، جذبات نگاری کے ساتھ حضرت امام حسین اور ان کے جان شاروں کے اخلاق و فضائل اور ایثار و قربانی کا منظر پوری آبتاب سے کھینچا گیا ہے۔

اس مرثیہ کا مرکزی خیال صبح شہادت کا بیان ہے۔ انیس نے اس صبح شہادت کا منظر اتنے پُر تا شیر الفاظ میں کھینچا ہے کہ قاری پر حضرت امام حسین اور ان کے جان شاروں کی تشنہ کامی، عبادت و ریاضت اور اطاعت و شجاعت کے سارے احوال روز روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

صبح شہادت، کربلا کے میدان میں یزیدی لشکر سے مقابلے کے لئے حسینی فوج کے سالار و سردار حضرت امام حسین اپنی مختصر فوج کے ساتھ کمر بستہ ہوتے ہیں۔

صبح کی نماز حضرت امام حسین کی امامت میں ادا کی جاتی ہے۔ حسینی فوج میں حضرت امام دو جہاں کے رشتہ دار بھائی بھانجے، بھتیجے، بھینیں اور بیباں شامل تھیں۔ ان میں بوڑھے بھی تھے جوان بھی، مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، بچے بھی تھے اور نومولود بھی۔ فریضہ نماز سے فارغ ہو کر حسینی لشکر میدان کربلا میں جب اسباب جنگ سے لیس ہو کر آتا ہے تو یزیدی لشکر کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ لشکر پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ جنگ شروع ہوتی ہے۔ تیر بر سائے جاتے ہیں تلوار کی کاٹ سے تن و سر جدا ہونے

لگتے ہیں۔ مورچے پامال ہو جاتے ہیں۔ میدان کر بلا میں لاشوں کا انبار
گ جاتا ہے لیکن حسینی لشکر کا ہر فرد ٹابت قدم ہو کر یزیدی فوج کا مقابلہ کرتا
ہے۔ جنگ شام تک جاری رہتی ہے آخر میں حضرت امام حسین اپنی شجاعت و
بہادری کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں کہ وہ تن تنہا یزیدی لشکر کے سینکڑوں افراد کو
موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ آپ کی بہادری کو دیکھ کر یزیدی لشکر کا ہر
فرد یہ سمجھتا ہے کہ شیر خدا حضرت علی لڑ رہے ہیں۔

مرشیہ کے تیرے بند کو غور سے پڑھئے مصرع میں ”جو ان ان خوش
اطوار“ کا ذکر کرنے کے بعد تیرے اور چوتھے مصرع میں ان کی صفات کا ذکر
ترتیب وار کیا گیا ہے۔ جیسے صدر، غازی، جرار، زاحد، عابد، ابرار۔ کلام
میں مددوح کی صفات ترتیب کے ساتھ بیان کرنا ”صنعت تنقیق الصفات“ ہے۔
یہ معنوی صنعت ہے۔ خیال رہے ”صفات“ کے کلمات کے الفاظ دوسرے زائد
ہونے چاہئیں۔

حضرت عباس - حضرت امام حسین کے چھوٹے بھائی جو حضرت علی
کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ کر بلا میں حسینی لشکر کا علم لے کر
سب سے آگے چلتے تھے اس لئے انہیں علم بردار عباس بھے کہتے ہیں۔ فنوں جنگ
کے ماہر، نہایت دلیر اور قد آور تھے بیس سال کی عمر میں میدان کر بلا میں شہید
ہوئے۔

غور و فکر:

-1 ذیل کے اشعار پڑھئے اور نیچے دئے ہوئے سوالات کے مختصر جواب لکھئے:

(الف) تشنہ کاموں کی عبادت کا بیان کرتا ہوں

جائ شاروں کی اطاعت کا بیان کرتا ہوں

(1) تشنہ کاموں اور جائ شاروں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(ب) صف در و غازی و جزار تھے سبحان اللہ

زاهد و عابد و ابرار تھے سبحان اللہ

(2) اس شعر میں کن لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں؟

(ج) جب فریضے کو ادا کر چکے وہ خوش اطوار

کس کے کروں کو بے صد شوق لگائے ہتھیار

(3) کونسا فریضہ ادا کیا؟ اور پھر کیا کیا؟

-2 جوڑ لگائے

معنی اور اشارے

الفاظ

صاحب = جنگ- لڑائی

تشنہ کامی = شکار

پرہیز گار لوگ	=	ہمتا
مشل - مانند - نظیر	=	ابرار
پیاسا	=	صید
ساتھی	=	حرب

-3 ذیل کے شعر میں الفاظ کی الٹ پھیر کو درست کیجئے:
منھ کٹ گئے ہاتھ جی چھوٹ گئے سراڑ گئے
ہو گئے پامال مورچے ٹوٹ گئے پرے

-4 دئے گئے الفاظ سے شعر پورا کیجئے:
(وقار - گھوڑے - خوش اطوار - علم - بار - وفادا
کیا جواناں تھے سبحان اللہ (1)
کیا رفیقان تھے سبحان اللہ
جلوہ فرمائے پہ شہ عرش (2)
فوج کو عباس نے کھولا اک

مختصر سوالات: (5)

مرثیہ کی تعریف کیجئے؟ (1)

شخصی مرثیہ کے کہتے ہیں؟ (2)

(3) امام دو جہاں سجادہ طاعت پر آئے تو کیا ہوا؟